جماعت احمدیہ برطانیہ میں 17 مارچ 2018ء کو پندرھویں سالانہ پیس سمپوزیم میں
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب۔

(لندن) جماعت احمدیہ برطانیہ گزشتہ کئی سالوں سے ہر سال ایک پیس سمپوزیم منعقد کرتی ہے جس میں مرکزی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہوتا ہے۔ اس تقریب میں مختلف سیاسی، سماجی حلقوں اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے اور کئی اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس موقع پر ایک پیس ایوارڈ بھی جماعت احمدیہ یُوکے کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ امسال 17 مارچ 2018ء کو پندرھواں پیس سمپوزیم طاہر ہال، بیت الفتوح میں منعقد ہوا جس میں ساڑھے پانچ سو سے زائد مہمان شامل ہوئے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قُرآن کریم سے کیا گیا۔ بعدازاں امیر جماعت برطانیہ مکرم رفیق احمد حیات صاحب نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور اپنے مختصر ایڈریس میں کہا کہ انتہا پسندی اور شدّت پرستی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یکجہتی اور اتحاد ہی تمام مشکلات کا حل تلاش کرنے میں مدد ہو سکتے ہیں۔

اس کے بعد بعض معزز مہمانوں کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

Dr Aaron Rhodes نے جو انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کے مختلف اداروں کے سربراہ ہیں، اس بات پر افسوس اور تشویش کا اظہار کیا کہ جماعت احمدیہ جو انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کے قیام کے لئے دن رات کوشاں ہے اسے انتہا پسند افراد اور حکومتوں کی طرف سے مخالفت اور ظالمانہ کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور ان کے حقوق تلف کئے جاتے ہیں۔

Dr Luigi de Salvia جو عالمی کانفرنس برائے امن کے یورپی حصہ کے صدر ہیں، نے کہا کہ پندرہ سال سے جماعت احمدیہ جو امن سمپوزیم منعقد کر رہی ہے وہ ہمارے اس برِ اعظم کا اہم ترین اجلاس ہوتا ہے، جس میں اہم پیرایہ میں انسانیت کو در پیش اہم مسائل، خدشات اور اُن کا جامع حل پیش کیا جاتا ہے۔

Mrs Angelina Alekseeva نے بھی سمپوزیم میں شرکت کی۔ وہ اس سال کے احمدیہ امن انعام حاصل کرنے والے ڈاکٹر روشال (Dr Leonid Roshall) کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ اُنہوں نے حاضرین کو بتایا کہ ڈاکٹر روشال نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ امن انعام کی ساری رقم ایک ایسے فلاحی ادارہ کو دیں گے جہاں ذہنی اور ریڑھ کی ہڈی میں نقائص کی وجہ سے تکالیف میں مبتلا بچوں کو علاج معالجہ کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہر شخص اپنے رنگ میں دُنیا میں قیام امن کے لئے کوششوں میں حصہ ڈالے۔

اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حاضرین سے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا۔ حضور نے سب سے پہلے حاضرین کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا تحفہ پیش فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے اس امن سمپوزیم میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ گزشتہ پندرہ سال سے احمدیہ مُسلم جماعت یہ سمپوزیم منعقد کرتی آرہی ہے۔ شائد کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ہر سال اس سمپوزیم کو مُنعقد کرنے سے کیا فائدہ ہے جبکہ مسلمان ممالک میں اور غیر مُسلم ممالک میں امن کی صورتحال میں کوئی مُثبت فرق نہیں پڑا بلکہ صورتحال مزید خراب ہوئی ہے۔ دُنیا کا بیشتر حصہ باہمی تفرقہ، نفرت اور نا انصافیوں کی لپیٹ میں ہے۔ معاشرہ طاقت کے مختلف سمتوں میں کھنچتے ہوئے دھڑوں میں تقسیم ہوگیا ہے۔ جنگیں کی جاتی ہیں اور آپس میں قومیں ایک دوسرے کو دھمکاتی ہیں۔ غیر مساوی رُجحانات ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ ممالک دونوں ہی میں زور پکڑتے جا رہے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس صورتحال میں جب آپ کے دل میں شُبہات پیدا ہوں تو اس میں آپ حق بجانب ہیں۔ مگر ہمارا مذہب ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ہم دُنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کو امن اور انصاف کی طرف بُلاتے رہیں۔ خواہ وہ امیر ہوں یا غریب، طاقتور ہوں یا کمزور، مذہبی ہوں یا غیر مذہبی۔ اس وجہ سے ہم اپنا فرض نبھاتے چلے جائیں گے کہ ہم دُنیا کو اعلیٰ انسانی اقدار کی عظمت کی قدر و منزلت پہچاننے اور اپنانے کی ذمہ داری کا احساس دلاتے چلے جائیں۔ اسلام کی بُنیادی تعلیم ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اُس کے بندوں کے حقوق ادا کئے جائیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ ان مختصر تمہیدی کلمات کے بعد میں آج بعض بہت اہم اُمور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں جو آج کی دُنیا میں شدید بے چینی پیدا کر رہے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آج کی دُنیا میں ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ بعض بڑی طاقتیں اور بین الاقوامی ادارے ایسے منصوبے بناتے ہیں جن سے وہ دُنیا بھر میں انسانوں کی زندگیاں بہتر کرنا چاہتے ہیں۔ حالیہ زمانہ میں ایک مسئلہ جس پر بہت سے سیاستدان اور مفکرین اکٹھے ہو کر آواز بلند کر رہے ہیں اور احساس بیدار کر رہے ہیں، وہ دُنیا میں موسمیاتی تبدیلیوں اور توازن کے رُجحان اور خصوصیت سے فضا میں کاربن کے اخراج سے پیدا ہونے والے مسائل ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یقیناً موسمیاتی تبدیلیوں پر اثر انداز ہونے والے عوامل اور اس کُرہ ارض کی حفاظت بہت اہم اور قابل قدر اُمور ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ترقی یافتہ ممالک اور خصوصاً بین الاقوامی رہنما اس امر کا اذّیت کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مثال کے طور پر دُنیا کے بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں شہریوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے اور وہ چھپڑوں کا گندہ پانی پینے پر اور بُنیادی ضرورتوں کے لئے استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ جبکہ وہ پانی بھی آسانی سے اُنہیں مہیا نہیں ہے۔ عورتیں اور بچے روزانہ کئی کئی میل پیدل چل کر برتن اپنے سر پر اُٹھا کر وہ پانی اپنے خاندان کے افراد تک پہنچاتے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ہمیں ان مسائل پر ایک نگاہ ڈال کر یہ خیال نہیں کر لینا چاہیئے کہ یہ دوسروں کے مسائل ہیں۔ بلکہ ہمیں علم ہونا چاہیئے کہ اس غُربت اور افلاس کے نتائج تمام دنیا پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کا براہِ راست تعلق تمام دُنیا کے امن اور سلامتی سے ہے۔ جن بچوں کا سارا دن مشقت کے ساتھ چل چل کر اپنے خاندان کے افراد کے لئے پانی لانے میں گُزر جاتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ اسکول نہیں جا سکتے اور نہ ہی کسی قسم کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ ایک ایسی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں جہاں جہالت اور غُربت نے اُنہیں اپنے نہ ختم ہونے والے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ یہ ایک ایسا چکر ہے جو معاشرہ کے لئے شدید نقصان پہنچانے کا باعث ہے۔ آج کی دُنیا میں اس غُربت و افلاس کی تکلیف زمانہ کے ذرائع ابلاغ کی ترقی کی وجہ سے دوچند ہو جاتی ہے، کیونکہ جنگوں کی تباہ کاریوں اور افلاس کی چکی میں پسنے والے عوام بھی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ امیر اور طاقتور ممالک میں عوام کس آرام اور میسر سہولیات کے ساتھ زندگی گُزار رہے ہیں۔ جب وہ دوسروں کو اس طریق پر رہتے دیکھتے ہیں تو معاشرہ میں انسانی حقوق میں یہ باہمی تضاد دلوں میں ردِعمل پیدا کرتا ہے اور اُس کے اُوپر مزید نمک پاشی کرنے والے انتہا پسند عناصر ہیں جو جذبات کو انگیخت کرتے ہیں اور مالی معاونت اور بیوی بچوں کے لئے بہتر اور خوشحال زندگی کے نہ صرف خواب دکھاتے ہیں بلکہ اُس کے حصول کے لئے وعدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح غیر تعلیم یافتہ نوجوان اُن عناصر کے ہاتھ آجاتے ہیں، وہ اُن کی ذہنی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اُن کے ذہنوں میں شدت پسندی کے رُجحانات اچھی طرح راسخ کر دیتے ہیں۔ یہ شدت پسند عناصر اکثر اس چیز سے فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ اُن کے سربراہانِ مملکت نے عوام کے حقوق کو پسِ پُشت ڈال کر مایوس کُن صورتِ حال پیدا کی ہوئی ہوتی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ان جنگوں کی تباہ کاریوں اور غُربت و افلاس کی چکیوں میں پسنے والی قوموں کے سربراہان بجائے اپنے عوام کی بہبودی کا خیال رکھنے اور اُن کی تکالیف دور کرنے میں کوشاں ہونے کے اکثر اپنی ذاتی ملکیتوں اور اونچی کُرسیوں اور طاقت برقرار رکھنے کے ذرائع کی طرف توجہ مرکوز کئے رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام کے دلوں میں اپنے لیڈروں کے لئے غصہ اور نفرت جنم لیتی ہے اور وہ دُنیا کی بڑی طاقتوں کو اپنا دُشمن تصور کرنے لگتے ہیں۔ یہ ایسا المیہ ہے جس کی خوفناک بازگشت ہمیں مسلمان ممالک میں بھی نظر آتی ہے۔ اپنے موروثی وطنوں میں اس شدت کی تکلیف دیکھتے ہوئے بعض مسلمان جنہوں نے باہر کے ممالک میں پرورش پائی ہے وہ شدت پسند عناصر کے زیرِ اثر آ کر ذہنی تشنج کا شکار ہوئے ہیں اور اُنہوں نے مغربی ممالک میں خوفناک حملے کئے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ لہٰذا میں اس بات کو پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم سچے دل سے اپنی دُنیا کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک محفوظ معاشرہ چھوڑ کر جائیں تو ہمیں بھر پور کوشش کرنی ہوگی کہ تیسری دُنیا کے لئے معیارِ زندگی مُنصفانہ طرز پر قائم ہو۔ غریب قوموں کو بجائے حقارت سے دیکھنے کے ہمیں چاہیئے کہ ہم اُنہیں اپنی انسانی برادری کا حصہ سمجھیں۔ وہ ہمارے بہن بھائی ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لئے ہم جو مدد فراہم کریں، یکساں مواقع اور اُمید افزا حالات پیدا کرنے میں جو معاونت کریں وہ حقیقت میں ہماری اپنی مدد ہوگی جس کے ذریعہ ہم دُنیا کا امن ممکن بنا سکیں گے۔ ورنہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ترقی پذیر ممالک میں غُربت اور تنگدستی کے منفی اثرات باقی تمام دُنیا کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ مزید بر آں، حالیہ دہشتگردی کے واقعات اور مغربی ممالک کی طرف کثیر تعداد میں لوگوں کا ہجرت کرنے کا رُجحان، اور قوم پرستی

کے خیالات کا مغربی ممالک کے وسیع حلقوں میں پھیل جانا۔ ایسے عوامل ہیں جن سے دُنیا میں ایک تاریک دور کی یاد اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ یہ امر بھی فکر انگیز ہے کہ دائیں بازو کی شدت پسند تنظیمیں بلند و بالا آواز سے سُنی جانے لگی ہیں، اور سیاسی حلقوں میں بھی اُن کا اثر و رسوخ بڑھنے لگا ہے۔ وہ لوگ بھی انتہا پسند ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ مُختلف قومیت یا رنگ و نسل یا عقیدہ رکھنے والے لوگوں کے خلاف معاشرہ میں زہر پھیلایا جائے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ طاقتور ممالک کے بعض رہنما اپنے بیانات میں بہت زیادہ قومی تشخص پر زور دینے لگے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے عوام سے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ ہر دوسری چیز پر انہیں ترجیح دیں گے۔ میں اس چیز سے اختلاف نہیں رکھتا کہ حکومتوں اور قومی رہنماؤں کا اوّلین فرض اپنے شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ یہ بات اس حد تک درست ہے۔ جہاں تک یہ رہنما انصاف کا دامن پکڑے رہتے ہیں اور دوسروں کے حقوق تلف نہیں کرتے اس وقت تک اپنے شہریوں کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانا ان کے لئے بڑی خوبی کی بات ہے۔ مگر جو لائحہ عمل ایسی بنیادوں پر بنائے جائیں جس میں نفسا نفسی، لالچ اور دوسروں کے حقوق سلب کرنے کا رجحان ہو وہ غلط لائحہ عمل ہوتے ہیں اور دنیا میں تفریق اور خلفشار کا بیج بونے کا موجب بنتے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اب میں ایک اور موضوع کی طرف آتا ہوں اور وہ ہے بین الاقوامی سطح پر ہتھیاروں کی تجارت۔ آج دنیا اپنے آپ کو ماضی کے ہر دور سے بڑھ کر مہذب گردانتی ہے۔ اس کے باوجود **2018**ء میں صورتحال یہ ہے کہ ایسے ہتھیاروں کا استعمال کیا جا رہا ہے جن کا استعمال ہم صرف انسانیت سوز ہی گردان سکتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ایسے ممالک ہیں جو کُلّی طور پر تباہ و برباد اور نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ شام، عراق اور یمن جیسے ممالک میں ان کی اپنی حکومت کی طاقتیں اور باغی طاقتیں اور شدت پسند عناصر باہم ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ان کے آپس کے انفرادی مفادات مختلف ہیں۔ مگر اس کے باوجود ایک چیز باہمی طور پر مشترک نظر آتی ہے اور یہ وہ ہتھیار ہیں جو ترقی یافتہ دنیا میں تیار کئے گئے ہیں۔ کھلے بندوں اور فخریہ طور پر بڑی طاقتیں ان ہتھیاروں کی تجارت کر رہی ہیں۔ اور ان ہتھیاروں کے استعمال سے معصوم انسانی جانوں کو تلف کرنے، اپاہج کرنے اور بے رحمی کے گڑھوں میں بے دریغ دھکیلنے کا کام لیا جا رہا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اس قسم کی حکومتیں اپنی ساری توجہ اس بات پر مرکوز کئے ہوئے ہیں کہ ان کی معیشت کو فروغ ملے۔ اور ان کے ملک کی دولت میں حتی الامکان اضافہ ہو۔ بغیر ایک لمحہ کے لئے اس چیز پر غور کرنے کے کہ اس لائحہ عمل کے اپنانے سے دنیا میں کیا نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ وہ بڑی بے تابی کے ساتھ اور اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایسے معاہدے طے کرتے ہیں جن سے یہ تباہ کن ہتھیار بہترین قیمت پر بِک سکیں۔ جبکہ ان میں سے جب ایک ہتھیار بھی داغ دیا جاتا ہے تو وہ کسی معصوم یا گناہ گار میں تفریق نہیں کرتا۔ وہ نہایت فخر کے ساتھ ایسے ہتھیار بیچتے ہیں جو بچوں، عورتوں یا معذوروں میں ذرہ برابر تمیز نہیں کر سکتے۔ بغیر کسی شرم کے یہ ہتھیار بیچے جاتے ہیں جو انسانی آبادیوں اور شہروں کو بلا تمیز و تفریق، نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ ان ہتھیاروں کو بیچنے والے ممالک کی معیشت کو وقتی فائدہ تو پہنچ جاتا ہے، مگر لکھوکھہا انسانوں کے خون سے ان کے ہاتھ رنگین ہو جاتے ہیں۔ اَن گنت معصوم بچے اپنے ماں باپ کو اس بربریت کے ساتھ اپنی آنکھوں کے سامنے مرتا ہوا دیکھتے ہیں اور وہ بے بسی کے ساتھ تکتے رہ جاتے ہیں۔ اُن کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا کہ ان کے والدین کیوں ان سے چھن گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں عورتیں بیوگی کی حالت میں رہ جاتی ہیں جن کی زندگی میں ہر امید چھن چکی ہوتی ہے اور وہ دنیا کی مختلف اذیتوں کا شکار بن جاتی ہیں۔

حضورِ انور نے استفہامیہ انداز میں فرمایا کہ اس تمام تباہی و بربادی سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے!؟ میں تو اس صورتحال سے نکلنے والی ایک ایسی بچوں کی کھیپ کا تصور کر سکتا ہوں جو اُن عناصر کے ہاتھ میں آجائیں گے جو چاہتے ہیں کہ دنیا کے امن کو برباد کر دیں۔

حضورِ انور نے فرمایا جب ایک چھوٹا بچہ یا جوانی میں قدم رکھنے والا بچہ، یہ منظر اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے کہ اس کے ماں باپ سخت بربریت کے ساتھ اس سے چھین لئے جاتے ہیں، تو اس کے بعد اُس کا ردِ عمل دکھانے پر کون اُس کو الزام دے سکتا ہے۔ مَیں اس سے پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ انتہا پسند اُن بچوں اور نوجوانوں کو اپنا شکار بناتے ہیں جو غربت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہے ہوتے ہیں اور جنگوں کی تباہی و بربادی نے جن کے ذہنوں کو مسخ کر دیا ہوتا ہے۔ یہ انتہا پسند ایسے نوجوانوں کو پھانسنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جن کے بارہ میں اُنہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے جذبات کو وہ آسانی سے انگیخت کر سکتے ہیں، تاکہ اُنہیں بدلہ لینے پر اور خون بہانے پر آمادہ کر کے دہشت گردی کے منصوبوں میں استعمال کر سکیں۔ بجائے اس کے کہ یہ بچے سکول جائیں، تعلیم حاصل کریں اور اچھے شہری بنیں جنہیں قوانین کا پاس ہو، بچوں کی ایک پوری نسل کو صرف یہ تربیت مل رہی ہے کہ کس طرح گرینیڈ اور میزائل اور خودکش حملے کئے جائیں جن سے دنیا کا امن برباد ہو جائے۔ مزید برآں یہ کہ بعض ممالک بلا وجہ ہزاروں میل دور ہونے والے جھگڑوں میں ملوث ہوتے ہیں اور اپنے فوجیوں کے ذریعہ یا ہوائی حملوں کے ذریعہ دُور دراز کے ممالک پر حملے کرتے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ بہت سے واقعات سے یہ شہادت ملتی ہے کہ دنیا نے اپنی گزشتہ غلطیوں سے سبق حاصل نہیں کئے۔ وسیع حلقوں میں اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ **2003**ء میں لڑی جانے والی عراق کی جنگ غیر منصفانہ تھی اور غلط شہادتوں پر مبنی تھی۔ اسی طرح لیبیا اندوہناک قسم کے فسادات میں گھر گیا ہے اور انتہا پسند عناصر کے پھلنے پھولنے کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ یہ صورتحال چند سال پہلے وقوع پذیر ہوئی جب مغربی طاقتوں نے لیبیا میں اپنے موقف کے مطابق اقدامات کئے۔ اس قسم کے نتائج کے باوجود بڑی طاقتوں نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا۔

بڑے بڑے شہر اور انسانی آبادیاں یک لخت زمیں بوس کر دی گئیں۔ ہزاروں تعمیرات خاکستر کر دی گئی ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ شروع میں مَیں ذکر کر آیا ہوں کہ بین الاقوامی برادری کی توجہ کا مرکز دنیا میں وقوع پذیر ہونے والی موسمیاتی تبدیلیاں ہیں اور یہ تمنا کہ جس فضا میں ہم سانس لیتے ہیں وہ صاف و شفاف رہے۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو یہ خیال کرتا ہو کہ اس قدر شدید بمباری کا ماحولیات پر اثر نہیں ہوگا؟ مزید برآں اگر کبھی جنگوں سے تباہ ہونے والے ممالک میں امن کا قیام ممکن ہو سکا تو اُن کے شہر اور مکانات بنیادوں سے دوبارہ تعمیر کرنے پڑیں گے۔ اور یہ اپنی ذات میں ہی اس قدر عظیم تعمیراتی کام ہوں گے جن کے دوران نقصان دہ ڈیزل وغیرہ کے اخراج ماحول کی کثافت میں اضافہ کریں گے۔ ایک ہاتھ سے تو ہم اس کرّہ ارض کو محفوظ بنانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں جب کہ دوسرے ہاتھ سے ہم بے دردی کے ساتھ اس کی تباہی کے اقدامات کر رہے ہیں۔ اِن تمام شواہد کی روشنی میں مجھے یقین ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتوں کی تنگ نظری اور کوتاہ بینی نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ سب سے بڑی دلیل جو اسلحہ کے فروغ کے لئے دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلحہ کا حصول حملہ آوروں کی حوصلہ شکنی کا باعث ہوتا ہے اور اس طرح امن کے قیام پر منتج ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں جیسے ہی ہم اپنے ٹیلیویژن آن کرتے ہیں اور لحظہ بھر کو خبریں دیکھتے ہیں تو فوراً یہ حقیقت رُونما ہوتی ہے کہ اس قسم کے دلائل غلط ہیں اور یہ ایک نظریاتی دھوکہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہزاروں معصوم بچے جو ان مہلک ہتھیاروں کے استعمال کے دوران اپنے ماں باپ سے محروم ہو گئے یا اُن کے اپنے ہاتھ پاؤں یا دیگر اعضا ضائع ہو گئے، اُن کو یہ منطق ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ نہ ہی یہ دلیل اُن ہزاروں عورتوں کو قائل کر سکے گی جو اس دوران بیوہ کر دی گئی ہیں اور نہ ہی اُن کروڑوں افراد کو جو اپنے ہنستے بستے گھروں سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ اگر ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ اپنے بچوں کے لئے ایک پُر امید زندگی چھوڑ کر جائیں اور اپنی آئندہ نسلوں کو ایک پُر امن دنیا میں رہنے کی نوید دے سکیں تو ہمیں قطع نظر مذہب و عقائد کے اپنی ترجیحات کو فوری طور پر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ بجائے اس کے کہ مادہ پرستی اور طاقت کا حصول ہماری ترجیحات پر حاوی ہو، ہر ملک و قوم خواہ امیر ہو یا غریب، اسے تمام دنیا کے امن اور سلامتی کو ہر دوسری چیز پر ترجیح دینی ہوگی۔ بجائے اس کے کہ اسلحے کی دوڑ میں شامل ہوں جو ہلاکت اور تباہی کا موجب بنے، ہمیں انسانیت کی حفاظت اور بچاؤ کی دوڑ میں شامل ہونا چاہیئے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ بجائے اس کے کہ جنگ پر آمادہ ملکوں کی سرحدوں اور بندرگاہوں کو بند کیا جائے، جس کے نتیجہ میں معصوم بچے فاقہ کشی کے عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں اور بیمار علاج سے محروم کر دیئے جائیں۔ ہمیں اپنے دل ایک دوسرے کے لئے کھول دینے چاہئیں۔ ہمیں تقسیم کرنے والی دیواروں کو گرا دینا چاہیئے، بھوک و افلاس اور تکالیف میں مبتلا لوگوں کے لئے مددگار بن جانا چاہیئے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ جہاں تک سیاسی دشمنی کا تعلق ہے امریکہ اور شمالی کوریا کے مابین ہونے والا کوئی بھی جھگڑا دنیا کے امن کے لئے مستقل خطرے کا باعث ہے۔ اور دونوں کے درمیان ہونے والا کوئی بھی تنازعہ، جنوبی کوریا، چین اور جاپان پر شدید طور پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

حضور نے امریکہ اور شمالی کوریا کے صدران کے درمیان رابطہ کی کوششوں کے حوالہ سے فرمایا کہ ان

کے درمیان اگر کوئی معاہدہ طے پا جائے تو خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کتنا پائیدار ہوتا ہے کیونکہ فریقین میں گہری نفرت کی جڑیں موجود ہیں۔ جیسا کہ چند سال پہلے ایران کے ساتھ جوہری توانائی کا جو معاہدہ تشکیل دیا گیا تھا اس پر ایران اور مغربی طاقتیں باہمی طور پر رضامند تھیں مگر چند سال ہی گزرے ہیں اور اب صورتحال یہ ہے کہ اس معاہدہ کی حالت بھی نازک ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اسی طرح اور بہت سے تنازعات ہیں جن کا لاوا آہستہ آہستہ سلگ رہا ہے اور ان کے کسی وقت بھی پھٹ پڑنے کا خدشہ رہتا ہے جس کے ہولناک نتائج کا تصور کرنا بھی تکلیف دہ ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں یہ بات توجہ کے لائق ہے کہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ امن کا قیام صرف اُس صورت میں ممکن ہے جب دلوں سے بُغض اور عناد کو نکال باہر کیا جائے اور اُس کی جگہ ایک معاف کرنے کی روح پیدا کی جائے اور باہمی محبت اور صلہ رحمی کے روابط ایک دوسرے سے قائم کئے جائیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اسلام کو عموماً انتہا پسند اور تشدد پسند مذہب خیال کیا جانے لگا ہے اور یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد جن ممالک میں رہتی ہے، اُن کے وفادار نہیں ہیں یا معاشرہ میں ہم آہنگی کی بجائے بدامنی پھیلانے کا موجب ہیں۔ مَیں اِن الزامات کو غلط اور غیر منصفانہ سمجھتا ہوں اس کے باوجود کہ مسلمان کہلانے والے دہشت گرد، اسلام کا نام استعمال کر کے اپنی کارروائیاں کرتے ہیں، مَیں نہیں سمجھتا کہ ہم اِس صورتحال میں مذہبی جنگ کا مشاہدہ کر رہے ہیں بلکہ حقیقت میں یہ جنگیں جو لڑی جا رہی ہیں اور مظالم جن کا ارتکاب کیا جا رہا ہے، علاقائی سیاست اور ذاتی مفادات پر مبنی ہیں۔ نام نہاد جہادی شدت پسند اور انتہا پسند مولوی، اسلام کے نام پر دھبہ لگاتے ہیں اور مسلمانوں کی اکثریت جو پُرامن اور قانون کے تابع چلنے والے شہری ہیں اُن کی تمام کوششوں کو گزند پہنچانے کا باعث ہیں۔ اسلامی نقطہ نگاہ نے کسی صورت میں بھی انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی اور اس کی ہر شکل کو مسترد کیا ہے۔ قرآن کریم کی جو آیات آج کے اس اجلاس کے شروع میں تلاوت کی گئیں اُن میں اس کا واضح ثبوت موجود ہے۔ اِن آیات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں جو جنگیں لڑی گئیں اُن کا مقصد تمام مذاہب کا دفاع تھا اور یہ کہ عقائد کی آزادی کے حق کی حفاظت کی جائے۔ اِن آیات میں نہایت وضاحت سے کہا گیا ہے کہ گرجے، یہودیوں کے معابد، مندر اور مساجد کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ یہ وہ اہم نکتہ ہے جس کو مَیں نے بار بار پیش کیا ہے اور اب بھی اُس کو دہراتا ہوں کہ جو شخص بھی انسانی آزادی کے اصولوں، عقائد کی آزادی اور ضمیر کی آزادی کی خلاف ورزی کرتا ہے، وہ اسلام سے بہت دور جا پڑا ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں بھی بعض ایسے ہیں جو اس رائے کو مانتے ہیں اور اس کے صحیح ہونے کے بارہ میں آواز اٹھاتے ہیں۔ مَیں دیانتداری اور منصفانہ اصولوں کی اس خدمت پر ان کو داد دیتا ہوں۔ مثال کے طور پر اخبار گارڈین کی حالیہ اشاعت میں ایک کالم چھپا ہے جس میں کالم نگار نے لکھا ہے ''مسلمانوں میں دہشت گردی نہ تو پہلے اور نہ ہی اب اسلام کو فروغ دینے کا ذریعہ ہے۔ اس کے پیچھے ہمیشہ علاقائی حقوق ہتھیانا، قدرتی اور معاشی وسائل کی چوری اور بین الاقوامی مالی پالیسیوں کا عمل دخل رہا ہے، جس کے نتیجہ میں ملکوں کے اندر مسلمان عوام غربت اور بدحالی میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔''

حضورِ انور نے فرمایا کہ اِن الفاظ میں نام نہاد مسلمانوں کی دہشت گردی کے پیچھے کارفرما حقیقت کی بالکل صحیح عکاسی کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں، ایک قومی اخبار میں لکھتے ہوئے صحافی، پیٹر اوسبورن، ایک ایسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں جس سے اختلاف کرنا مشکل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خاصی بڑی تعداد میں مسلمان، مغربی خفیہ اداروں کی مداخلت کے نتیجہ میں انتہا پسندی کا رجحان پیدا کرتے جا رہے ہیں۔ اگر سب نہیں تو اُن میں سے بڑی تعداد اُس طرف جھکاؤ اختیار کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں یہ صحافی، ایک برطانوی خفیہ ادارے کے سابق افسر کے بیان کا حوالہ دیتا ہے جس نے کہا کہ: ''یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک جانب تو داخلی پولیس سروس اپنی تمامتر قوت سے ہمارے معاشرہ کی حفاظت کے لئے دہشت گردی سے لڑ رہی ہے، جبکہ دوسری جانب ہماری اور امریکہ کی دفاعی ایجنسیوں کے بعض عناصر جہادیوں کی تربیت کرتے اور اُن کو اسلحہ فراہم کرتے رہے ہیں اور ان کی بعض دہشت انگیز سرگرمیوں میں تعاون کرتے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں، دی بوسٹن گلوب میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں کولمبیا یونیورسٹی کے سینٹر فار سسٹینیبل ڈیویلپمنٹ کے ڈائریکٹر، پروفیسر Jeffry Sachs، تحریر کرتے ہیں: ''متعدد مواقع پر سی آئی اے نے مشرقِ وسطیٰ کی حکومتوں کا استحکام درہم برہم کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی کشیدہ صورتحال میں امریکہ کا جو کردار رہا ہے اُس سے ذرائع ابلاغ کے اجارہ داروں نے صرفِ نظر کیا ہے۔''

پروفیسر Sachs تنازعات کے باہمی تعاون سے مل جل کر ان کے حل نکالنے کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں: ''امریکہ کو فوری طور پر مشرقِ وسطیٰ میں لڑائی ختم کر دینی چاہئے، اور قوموں کا تحفظ اور تنازعات کا حل اقوامِ متحدہ کے اثر و رسوخ کے ذریعہ طے کرنے چاہئیں۔''

حضورِ انور نے فرمایا کہ غیر مسلموں کے لکھے ہوئے بھی بہت سے کالم حالیہ زمانہ میں شائع ہوئے ہیں جو اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ داعش جیسے گروہ بیرونی امداد کے بغیر پنپ نہیں سکتے تھے۔ مَیں یہ نہیں کہہ رہا کہ دخل اندازی کرنا ہمیشہ ہی غلط ہوتا ہے مگر ہر قدم منصفانہ اور برمحل ہونا چاہئے اور ذاتی مفاد کو پس پشت ڈال دینا چاہئے۔

قرآن پاک کی سورہ نمبر 49۔ الحجرات آیت نمبر 10 میں فرمان ہے کہ کسی بھی مداخلت کا مقصد ہمیشہ امن کا پائیدار قیام ہونا چاہئے اور مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے دشمنوں سے بھی انصاف کریں۔ لہٰذا، جہاں اسلام نے، آخری حربے کے طور پر ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دی تھی، وہاں انہیں یہ حکم بھی دیا تھا کہ جب امن قائم ہو جائے تو انصاف کے تقاضوں کو قائم رکھیں اور کبھی بھی ذاتی فائدہ کی طرف نہ جھکیں یا حد سے ہرگز آگے نہ بڑھیں۔

اسلامی تعلیم کی روشنی میں حضورِ انور نے فرمایا کہ یقیناً، یہ بنیادی اور جامع رہنما اُصول آج بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے اُسی طرح فائدہ مند ہے کہ جہاں ظالم کا ہاتھ ظلم سے روکنے کے لئے سختی کی ضرورت ہو، تو وہاں طاقت کا استعمال جائز ہے لیکن اس موقع پر بدلہ لینے یا محکوموں کا مال لُوٹنے کی نیت شامل نہ ہو۔ جب ایک مرتبہ ظالم امن کی طرف لوٹ آئے تو اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اُن کو ان کے حقوق سے محروم نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی کسی طور پر ان کے حالات سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانے کی اجازت ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ساری زندگی لوگوں کو امن کے ساتھ باہم جوڑ کر رکھنے کی کوشش کی اور ہمیشہ دوسروں کے بالمقابل اپنے حقوق کی قربانی دی۔ بہت سے غیر مسلم مصنفین اور مفکرین، جنہوں نے بنظرِ غور اسلام کا مطالعہ کیا ہے، اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قوموں کو متحد کیا اور مذہبی آزادی کا عَلم بلند کیا۔ مثال کے طور پر، آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک سینئر ریسرچ فیلو، Peter Francopan، نے اپنی تصنیف؛ The Silk Roads میں نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں مصنف نے بیان کیا ہے کہ کیسے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مختلف عقائد کے لوگوں میں یک جہتی اور باہمی گفت وشنید کو فروغ دیا اور اس وقت کے عیسائی اور یہودی گروہوں سے مل جل کر کام کیا۔

وہ اُس وقت کے مذہبی گروہوں کے مابین مشترک اقدار کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات صلح پسندی پر مشتمل تھیں۔ ایک موقع پر مصنف اس زمانہ کا ذکر کرتا ہے جب رسول اللہ ﷺ شہرِ مدینہ کے نظام کی قیادت پر متعین تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

''شہر (مدینہ) کے یہودی قائدین نے (حضرت) محمد (ﷺ) سے باہمی دفاع کے بدلے میں مدد کا معاہدہ کیا۔ اس کا اقرار ایک تحریری دستاویز میں درج کیا گیا جس میں تحریر تھا کہ مسلمان اب اور آئندہ اُن کے عقیدہ اور ان کی ملکیتوں کا احترام کریں گے۔''

آگے وہ مزید لکھتے ہیں:

''جیسے جیسے مسلمانوں کی طاقت بڑھی تو، (حضرت) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب نے اپنی کوششوں میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو ہر قسم کے خوف سے آزادی حاصل رہے''

حضورِ انور نے مزید فرمایا کہ، حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ہمیشہ نہایت شدت کے ساتھ دہشت گردی اور انتہاپسندی کی مخالفت کی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مَیں اِس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ بعض مسلمانوں کے شر انگیز اقدامات نے معاشرہ کو شدید نقصان پہنچایا ہے، مگر میں یہ نہیں مانتا کہ آج کی دنیا میں موجود انتشار کے ذمہ دار صرف مسلمان ہی ہیں۔ بہت سے مبصرین اور نقاد اب کھلے عام کہہ رہے ہیں کہ بعض مخصوص غیر مسلم طاقتیں اور گروہ بھی امن کو تلف کرنے اور معاشرتی یک جہتی کو ٹھیس پہنچانے کے ذمہ دار ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اتنا کہنا کافی ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تمام دنیا کے لوگ اس سوچ کو اپنے ذہنوں سے نکال دیں کہ تمام دنیا کے مسائل کے ذمہ دار صرف مسلمان ہی ہیں۔

مزید برآں ہم اب اُس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ ہمارے رہنماؤں کو چاہئے کہ بجائے اپنی سیاسی جماعتوں اور حکومتوں کی ترقی کو فوقیت دینے کے، وہ دنیا میں قیامِ امن اور انسانیت کی بھلائی کو ترجیح دیں۔

حضورِ انور نے پُرشوکت الفاظ میں فرمایا کہ اب دنیا میں حقیقی امن قائم کرنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔

حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے حضورِ انور نے

فرمایا کہ ایک وسیع تر بین الاقوامی تناظر میں، ہمیں اس حقیقت کو مان لینا چاہئے کہ طاقت کے استعمال سے شاذ ہی کوئی پائیدار فائدہ ممکن ہوسکتا ہے۔ چنانچہ شمالی کوریا، ایران، یا کسی اور ملک سے واسطہ پڑنے پر بڑی طاقتوں کو چاہئے کہ احتیاط اور حکمت سے کام لیں اور کوشش کریں کہ ہر ایک کے تحفظات پر مفاہمت کی روح سے غور کیا جائے۔ جیسا کہ ایک کالم نگار جن کا میں ذکر کر آیا ہوں اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ عالمی طاقتوں کو سفارتی ذرائع کو استعمال کرکے باہمی اُلجھنوں سے بڑھتے ہوئے دباؤ کو کم کرنے کو فوقیت دینی چاہئے۔ اُنہیں امن کے حصول کے لئے ایسے مذاکرات اور معاہدے کرنے چاہئیں جو ایک فریق کی جانب جھکاؤ نہ رکھتے ہوں بلکہ جو تمام فریقوں کے مسائل کو حل کریں۔ علاوہ ازیں جب امن قائم ہوجائے تو ہمیں گزشتہ دشمنیوں یا نفرتوں کو بھلا کر، ایک دوسرے کے جذبات کے احترام اور عزت نفس قائم رکھتے ہوئے آگے قدم بڑھانے چاہئیں۔

حضور انور نے فرمایا یہ میرا پختہ ایمان اور یقین ہے کہ بنی نوع انسان کی تاریخ میں درگزر، ظلم برداشت کرکے نیکی اور رحم کا عظیم ترین نمونہ، بانیٔ اسلام، محمد مصطفےٰ ﷺ کا ہے۔ تیرہ سال تک آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو ایسے دردناک مظالم کا نشانہ بنایا گیا تھا جس کا تصور بھی محال ہے۔ اُنہیں اُن کے گھروں سے نکالا گیا اور زبردستی مکّہ کے شہر سے ہجرت پر مجبور کردیا گیا۔ اس عرصہ کے دوران مسلمانوں کو بیدردی سے شہید کیا گیا۔ جسمانی اور ذہنی اذیتیں دی گئیں۔ دہکتے ہوئے کوئلوں پر لمبے وقتوں کے لئے لٹا کر عذاب دیا جاتا تھا۔ اور شدید ترین معاشرتی بدحالی کا شکار بنایا گیا۔ مسلمان خواتین کی ٹانگیں دو اونٹوں سے باندھ دی جاتی تھیں اور پھر ان اونٹوں کو مخالف سمتوں میں دوڑایا جاتا تھا۔ اس بہیمانہ طریق سے اُن کے جسم چیر دیئے جاتے تھے۔ پھر بھی جب محمد رسول اللہ ﷺ فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے، تو آپ نے بدلے میں خون کا ایک قطرہ تک نہیں بہایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی روشنی میں آپ ﷺ نے یہ فرمان جاری فرمایا کہ تمام مخالفین کو معاف کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ شدید مظالم ڈھانے والے اور اسلام کی دُشمنی کرنے والے لوگ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلامی قانون کے تحت، تمام لوگوں کو اپنے مذہب اور عقیدہ پر بغیر کسی مداخلت یا خوف کے عمل کرنے کی آزادی ہوگی۔ صرف ایک شرط لازم تھی اور وہ یہ تھی کہ ہر شخص کو معاشرہ میں امن کے ساتھ رہنا ہوگا۔

آپ ﷺ نے ہدایت دی کہ بلا تفریق رنگ و نسل، تمام لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور بہر صورت ہر فرد کی عزت برقرار رکھی جائے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا رہتی دُنیا کے لئے عظیم الشان مثالی نمونہ ہے۔ یہ عفو و درگزر اور انسانیت کے لئے رحم ایسا ہے جسے ہر مسلمان اور غیر مسلم کو آج کی دُنیا میں اختیار کرنا چاہئے۔ یہ عفو اور نیک سُلوک کرنے کی وہ روح ہے جسے تمام قوموں کو، چاہے وہ چھوٹی ہوں یا بڑی، امیر ہوں یا غریب اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے تبھی پائدار امن کا حصول ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

آخر پر حضور انور نے فرمایا کہ مَیں دل کی گہرائیوں سے یہ دعا کرتا ہوں کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے پر عائد ہونے والے فرائض کو پہچاننے لگیں، تاکہ ہمارے بعد میں آنے والے ہمیں فخر اور شکر گزاری کے جذبے سے یاد رکھیں۔ آئیے آنے والے کل کی جانب دیکھتے ہیں نہ کہ محض آج کی جانب۔ آئیے ہم اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو بچائیں۔ اللہ ہمیں دانشمندی، فہم، حکمت اور دانائی عطا فرمائے۔

آخر میں حضور انور نے حاضرین کا شُکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ سب ہمارے ساتھ اس تقریب میں شامل ہوئے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

تقریب کے آخر میں حضور انور نے دعا کروائی جس میں حاضرین نے اپنے اپنے طریق سے شرکت کی۔

بعد ازاں تمام حاضرین نے عشائیہ میں شرکت کی۔

اس کے بعد بہت سے مہمانوں نے حضور انور سے فرداً فرداً مل کر سمپوزیم کے متعلق اپنے نیک جذبات کا اظہار کیا۔